Al-Marjān Research Journal
Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

The Legacy of Adaptation across Civilizational and Cultural Realms: A Thematic Exploration of the Prophetic Era and the Rightly Guided Caliphate

تہذیبی و ثقافتی اخذ و استفادہ کی روایت: عہدِ نبوی و خلافتِ راشدہ کا اختصاصی مطالعہ

Authors Details

1. **Muhammad Umar Farooq** (Corresponding Author)
   Ph.D. Scholar, Department of Islamic Thought, History and Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.
   Email: **farooqumar914@gmail.com**
2. **Dr. Muhammad Riaz Mahmood**
   Associate Professor, Department of Islamic Thought, History and Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.

Citation

Farooq, Muhammad Umar, and Dr. Muhammad Riaz Mahmood." The Legacy of Adaptation across Civilizational and Cultural Realms: A Thematic Exploration of the Prophetic Era and the Rightly Guided Caliphate."*Al-Marjān Research Journal*, 3,no.2, April-June (2025): 659−663.

Submission Timeline

Received: Mar 19, 2025
Revised: April 06, 2025
Accepted: April 23, 2025
Published Online: May 14, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
All Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL | ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE | HJRS HEC Journal Recognition System

The Legacy of Adaptation across Civilizational and Cultural Realms: A Thematic Exploration of the Prophetic Era and the Rightly Guided Caliphate

تہذیبی وثقافتی اخذ واستفادہ کی روایت:عہدِ نبوی وخلافتِ راشدہ کا اختصاصی مطالعہ

☆ محمد عمر فاروق ☆ ڈاکٹر محمد ریاض محمود

Abstract

This research explores the tradition of cultural adaptation within early Islamic civilization, focusing on the Prophetic era and the period of the Rightly Guided Caliphs (Khulafāʾ al-Rāshidūn). The study investigates how the early Islamic leadership, guided by divine revelation and prophetic wisdom, engaged with the surrounding civilizations—such as the Byzantines, Sasanians, Copts, and Abyssinians—not through blind imitation, but through a principled and conscious process of selective appropriation. The research demonstrates that the Prophet Muhammad ﷺ and his successors adopted administrative, economic, military, diplomatic, and legal mechanisms from other civilizations, provided they did not contradict Islamic principles. Examples include the use of official seals, record-keeping systems (dīwān), tax frameworks (kharāj and jizya), coinage practices, and even military formation tactics. These elements were critically evaluated, Islamized, and then incorporated to serve the higher objectives of justice, efficiency, and social harmony. The study argues that this approach was neither a sign of cultural inferiority nor dependency, but a manifestation of Islam's intellectual openness and civilizational confidence. The findings highlight that early Islamic society was dynamic, adaptive, and deeply committed to the maqāṣid al-sharīʿah (higher objectives of Islamic law) even when borrowing from foreign systems. This tradition offers vital lessons for contemporary Muslim societies facing globalization and cultural interconnectivity: adaptation, when guided by values and vision, can lead to strength—not loss of identity.

Keywords: Islam and Other Civilizations, Adaptation, Innovation, Integration, Civilization, Cultural Exchange, Coexistence, Cross-Cultural Influence.

تعارف موضوع

اسلامی تہذیب کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے، لیکن اس کی وسعت اور فکری گہرائی میں مختلف تہذیبوں سے حاصل شدہ حکمت و تجربات کا بھی اہم کردار ہے۔ عہدِ رسالت میں خود نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے انسانی تمدن کی فطری ساخت کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف اقوام کے مفید طور طریقوں، علم و تجربات اور انتظامی اصولوں سے استفادہ فرمایا۔ جیسے جنگی حکمت عملی میں خندق کھودنے کا طریقہ فارسیوں سے لیا گیا، جو غزوۂ خندق میں استعمال

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اسلامی فکر، تاریخ و تہذیب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر، تاریخ و تہذیب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان۔

ہوا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غیر اسلامی تہذیبوں سے جزوی اور اصولی استفادہ نہ صرف جائز بلکہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ اسی طرح صلح حدیبیہ جیسے سفارتی معاہدے اور مدینہ منورہ کے یہودی قبائل سے کیے گئے معاہدات میں دیگر اقوام کے سیاسی اور قانونی تجربات سے سیکھنے کا پہلو نمایاں ہے۔ مدینہ کے معاشی نظام میں غیر مسلموں کے ساتھ لین دین، اور خطوط و سفارتی پیغامات میں دوسرے ممالک کے رسمی آداب کا لحاظ برتنا بھی تہذیبی تعامل کی مثالیں ہیں۔

خلافت راشدہ میں اس روایت کو مزید وسعت ملی۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور میں انتظامی، عدالتی اور مالیاتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے ایرانی و رومی طریقوں سے استفادہ کیا گیا۔ دیوان کا نظام، زمین کی پیمائش، مردم شماری، اور ڈاک کا نظم و نسق ایسے اہم اقدامات تھے جو اسلامی اصولوں کی روشنی میں تہذیبی ارتقاء کا مظہر بنے۔ اسی طرح اہلِ کتاب کے ساتھ رواداری، مذہبی آزادی اور علمی مکالمہ کی روایت نے اسلامی تہذیب کو کشادہ ذہنی اور فکری تعامل کی پہچان عطا کی۔

یہ تمام مظاہر اس حقیقت کو آشکار کرتے ہیں کہ عہدِ رسالت اور خلافت راشدہ میں دوسری تہذیبوں سے استفادہ ایک شعوری، اصولی اور باقاعدہ حکمت عملی کے طور پر اپنایا گیا۔ اس کا مقصد نہ صرف اسلامی معاشرے کو مضبوط بنانا تھا، بلکہ اقوامِ عالم کے ساتھ امن، فہم اور تعمیری روابط قائم کرنا بھی تھا۔ یہی وہ اصولی بنیاد ہے جس پر بعد کی اسلامی تہذیب نے ترقی، جدت اور علمی فوقیت کی منزلیں طے کیں۔

عصر حاضر میں "تہذیبی و ثقافتی اخذ و استفادہ کی روایت: عہدِ نبوی و خلافتِ راشدہ کا اختصاصی مطالعہ" جیسے موضوع پر تحقیق نہایت اہمیت کی حامل ہے، کیونکہ یہ نہ صرف تہذیبی تصادم کے مغربی بیانیے کا علمی و تاریخی جواب فراہم کرتی ہے، بلکہ اسلامی تہذیب کے اس روشن پہلو کو بھی نمایاں کرتی ہے جو بین الثقافتی ہم آہنگی، باہمی مکالمہ اور مثبت اخذ و تطبیق پر مبنی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے عہد میں دیگر تہذیبوں سے جس حکمت، بصیرت اور توازن کے ساتھ استفادہ کیا گیا، وہ آج کے مسلم معاشروں کے لیے قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ جب دنیا عالمی تہذیبی چیلنجز، شدت پسندی، اور علمی زوال سے دوچار ہے، تو ایسے میں اس روایت کا احیاء امت مسلمہ کو تعمیری، فکری اور تمدنی بیداری کی راہ دکھاتا ہے۔ اس موضوع پر اختصاصی مطالعہ اسلامی تہذیب کو محض دفاعی رویے کے بجائے ایک تخلیقی، متحرک اور مکالمہ پر مبنی تہذیب کے طور پر متعارف کرانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مقالہ ہذا کے علمی مباحث کو تین اجزا میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے جزو میں موضوع تحقیق کے تعارف، اہمیت اور پس منظر کو واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تمہیدی نکات کی وضاحت کے بعد موضوع زیر بحث سے متعلق ہونے والے علمی و تحقیقی کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد مقالہ ہذا کے مختلف مباحث کی ترتیب و تقسیم بیان کی گئی ہے۔ دوسرے مرحلہ میں موضوع سے متعلق عربی، اُردو اور انگریزی میں اہم مصادر و مراجع کا تعارف کروایا گیا ہے۔ تیسرے جزء میں اسلامی تہذیب و تمدن کے مفہوم وارتقاپر بحث کی گئی ہے اور اسلامی تہذیب کے اصطلاحی اور تاریخی پس منتظر کو واضح کرتے ہوئے اسلامی تہذیب و تمدن سے متعلق اخذ، تازہ کاری اور عطا کے اساسی نظریات کو بیان کیا گیا ہے نیز مسلمانوں کی تاریخی روایت کو عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کے حوالہ جات سے واضح کرتے ہوئے اُن عوامل اور علمی مظاہر کا تذکرہ کیا گیا ہے جو ان ادوار میں تہذیبی اخذ و عطا اور جدت و تازہ کاری کے حوالے سے نظر آتے ہیں۔ مقالہ کے اختتام پر نتائج بحث اور تحقیق ہذا کی روشنی میں سفارشات پیش کی گئی ہیں۔

2۔ سابقہ تحقیقات و کتب

زیر بحث موضوع کا براہ راست تعلق اسلامی تہذیب و تمدن، تاریخ اسلام خصوصاً عہد رسالت و عہد صحابہ سے ہے، علوم و فنون، تعلیمی اداروں اور اجتہاد و تحریک سے ہے۔ ان مختلف الجہات موضوعات پر مسلم علماء و مفکرین کی عربی زبان میں جو قابل فخر کتب موجود ہیں ان میں عہد رسالت و

عہد صحابہ کی تاریخ کے حوالے سے براہ راست متعلقہ عربی کتب میں الطبقات الکبری –ابن سعد (م 230ھ)، فتوح البلدان –بلاذری (م 279ھ)، الاخبار الطوال –ابو حنیفہ الدینوری (م 279ھ)، تاریخ یعقوبی –احمد بن ابی یعقوب (م 284ھ)، تاریخ الامم والملوک –طبری (م 310ھ)، العقد الفرید –ابن عبدربہ (م 327ھ)، تاریخ الخلفاء –جلال الدین سیوطی (م 911ھ)، فی تاریخ الاسلامی –شوقی ابو خلیل، حول العادۃ فی کتابۃ التاریخ الاسلامی –اعماد الدین خلیل کی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح اردو زبان میں تاریخ اسلام پر تحریر کردہ کتب کا بڑا قابل قدر ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں سے موضوع سے براہ راست متعلقہ کتب میں تاریخ اسلام –اکبر شاہ نجیب آبادی، مقالات شبلی –علامہ شبلی نعمانی (م 1914ء)، روح اسلام –سید امیر علی (م 1928ء)، عرب وہند کے تعلقات –سید سلیمان ندوی (م 1953ء)، مسلمانوں کا نظم مملکت –ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، تاریخ اسلام –حافظ محمد اسلم جیراجپوری (م 1959ء)، عہد نبوی میں تنظیم ریاست اور حکومت –ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی، تہذیب وتمدن اسلامی –رشید اختر ندوی (م 1992ء)، اسلامی تہذیب وتمدن اور اس کے اصول ومبادی –سید ابو الاعلیٰ مودودی (م 1979ء)، اسلامی ثقافت کے سنگ میل –ڈاکٹر عبد الکریم عثمان کی قابل ذکر ہیں۔

اسلامی تاریخ وتہذیب اور اس کے مظاہر کے مختلف روحانی ومادی پہلوؤں سے متعلق مستشرقین کا نقطہ نظر یقیناً مسلم طرز فکر سے مختلف ہے لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان کی کتب موضوع زیر بحث سے متعلق قابل قدر معلومات فراہم کرتی ہیں۔ یہاں تنقیدی وضمنی مطالعہ کے لیے مستشرقین کی منتخب کتب ذکر کی جاتی ہیں، ان کتب میں بعض پہلو ایسے ہیں جو ابتدائی اسلامی تہذیب یا عہد نبوی سے متعلقہ معلومات فراہم کرتے ہیں، تاہم یہ تحقیقی لحاظ سے محتاط تنقیدی مطالعے کے متقاضی ہیں، ان کتب میں The Venture of Islam – Marshall Hodgson، History of the Arabs – Philip K. Hitti، A Literary History of the Arabs – A.R. Nicholson، تمدن عرب –ڈاکٹر گستاؤلی بان نہایت قابل ذکر ہیں۔

قدیم وجدید کتب کے علاوہ اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلام کے تمدنی پہلو نیز اسلامی تہذیب اور دوسری تہذیبوں کے تعلقات پر متعدد تحقیقی مقالات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ مذکورہ بالا عربی، اردو اور انگریزی کتب میں اسلامی تہذیب وتمدن کی تاریخ پر منتشر مواد موجود ہے جو اسلامی تہذیب کے ابتدائی دور یعنی عہد رسالت وصحابہ کے تہذیبی خصائص خصوصاً دیگر تہذیبوں سے اخذ وعطا کے مختلف مراحل، عوامل اور مظاہر کو بیان کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تہذیب کے اجزائے ترکیبی خصوصاً مسلمانوں میں اس تہذیبی اتصال کے اثرات اور ان کی مختلف جہات کو واضح کیا گیا ہے۔ ان مصادر ومراجع اور معاصر تحقیقات میں اگرچہ بہت گہری اور عمدہ تحقیق کی گئی ہے لیکن اسلامی تاریخ کی ساخت، تدوین اور اخذ وعطا اور تازہ کاری کی جو روایت ہے اسے موجودہ تہذیبی کشمکش اور مکالمے کے تناظر میں جس طرح سمجھنے اور پیش کرنے کی ضرورت ہے اس کے لیے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

3۔ تہذیبی استفادہ کا ارتقاء اور مظاہر

کسی بھی تہذیب کی علمی وعملی بلوغت کا اندازہ اس کی لچک، جذب وانضباط اور فکری بصیرت سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسلامی تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیت یہی رہی ہے کہ اس نے ایک طرف تو اپنی نظریاتی اساس کو قرآن وسنت سے جوڑے رکھا، اور دوسری طرف ہر اس تجربے، علم، اور طرزِ عمل کو اپنانے میں تردد نہیں کیا جو خیر، حکمت اور انسانی فلاح سے ہم آہنگ تھا۔ تہذیبی استفادہ کا یہ عمل کوئی اتفاقی یا وقتی رجحان نہیں تھا، بلکہ ایک مسلسل، شعوری، اور منظم روایت تھی جو عہدِ نبوی سے لے کر خلفائے راشدین اور پھر عباسی واندلسی ادوار تک جاری رہی۔

اس عمل میں اسلامی تہذیب نے اپنی خودی کو محفوظ رکھتے ہوئے دیگر تہذیبوں سے اصولی تعامل کیا، ان سے منتخب عناصر حاصل کیے اور ان میں اسلامی رنگ بھر کر انہیں تمدنی ترقی کا زینہ بنایا۔ یہی تہذیبی توازن اور اصولی کشادگی اسلامی تمدن کو تقلید نہیں، تخلیق اور تجدید کا امین بناتی ہے۔

زیرِ نظر بحث اسی ارتقائی روایت اور اس کے نمایاں مظاہر کو اجاگر کرتی ہے، جو اسلامی تہذیب کی فکری عظمت اور تمدنی افادیت کا مظہر ہیں۔

اسلامی تہذیب نے دیگر تہذیبوں سے اخذ و استفادہ کا پہلا بڑا تجربہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں کیا، جب اسلامی معاشرہ ایک طاقتور، تازہ دم اور ترقی پذیر تہذیب کے طور پر ابھرا۔ اس وقت دنیا کی دو بڑی تہذیبیں اس کے سامنے تھیں: ایک مغرب میں رومی و یونانی تہذیب جو علوم و فنون، فلسفے اور ثقافت میں ترقی یافتہ تھی۔ دوسری مشرق میں ایرانی تہذیب جو تمدن، حکومتی نظم و نسق اور معاشرت میں ایک مضبوط ورثہ رکھتی تھی۔ اسلامی معاشرہ، جو احساسِ کمتری سے بالکل محفوظ اور خود اعتمادی سے بھرپور تھا، نے بغیر کسی ذہنی غلامی اور مرعوبیت کے ان تہذیبوں سے استفادہ کیا۔ وہ جو چیزیں مفید اور اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ نظر آئیں، انہیں جوں کا توں قبول کر لیا، جبکہ جو چیزیں نامناسب معلوم ہوئیں، انہیں اپنے اسلامی سانچے میں ڈھال کر اپنے نظام میں شامل کیا۔ چونکہ اسلامی تہذیب ایک غالب اور آزاد تہذیب تھی، اس لیے اس کا یہ استفادہ کسی بھی طرح اس کی روح، نظریاتی اساس یا اخلاقی رجحان پر منفی اثرات مرتب نہ کر سکا[1]۔ بلکہ اسلامی معاشرہ نے اس اقتباس کو اپنی ضرورتوں اور حالات کے مطابق ڈھال کر مزید نکھارا اور ترقی دی۔ یہ حقیقت اسلامی تہذیب کی وسعت نظری، عملی بصیرت اور فکری بالیدگی کا مظہر ہے۔ یہ بات خاص طور پر طبعی علوم کے سلسلے میں بالکل صادق آتی ہے کیوں کہ بیش تر قدیم کائناتی علوم نے خواہ وہ یونانی ہوں یا کلدانی، ایرانی یا ہندوستانی یا چینی ہوں، فطرت کی وحدت کے اظہار کی کوشش کی ہے، لہٰذا وہ اسلام کی روح کے عین مطابق تھے۔ مسلمانوں کا جب ان سے رابطہ ہوا تو انہوں نے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیا۔ اس میں شاید سب سے زیادہ انہوں نے یونانیوں سے حاصل کیا، لیکن کلدانیوں، ہندوستانیوں اور ایرانیوں سے بھی کچھ حاصل کیا اور شاید کیمیا سازی کے سلسلے میں چینیوں سے بھی حاصل کیا۔ انہوں نے ان علوم کو ایک مجموعے کی شکل میں جمع کیا جو صدیوں کے دوران بڑھتے رہے اور اسلامی تہذیب کا ایک حصہ بن کر اس بنیادی ڈھانچے میں گھل مل گئے[2]۔ ایشیائی ممالک خصوصاً ہندوستان اور ایران کی تہذیبوں نے اسلامی تہذیب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا بہت سے علوم و فنون، جو آج اسلامی تہذیب میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں، پر ان تہذیبوں کی روایات کا اثر غالب ہے۔ اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام عالم سے اخذ و استفادہ کے معاملہ میں کبھی ہچکچاہٹ یا عار کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ بے شمار عجمی عناصر کو اسلام کی عالمگیر روح کے مطابق اپنی تہذیب میں شامل کر لیا جس میں ایک قابل لحاظ حصہ یونانی تہذیب کا ہے، کچھ حصہ مشرقی عناصر کا بھی ہے۔

اسلامی تہذیب کی بنیاد نہ صرف نبی اکرم ﷺ نے رکھی بلکہ اپنے مبارک اقوال و افعال کے ذریعے اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔ اس سنہری دور میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دیگر تہذیبوں کے مثبت اور مفید عناصر کو اسلامی تہذیب میں شامل فرمایا اور اپنے عمل سے ان کی تائید بھی کی۔ اس کے ذریعے امت کو یہ درس دیا کہ ہر زمانے اور ہر حال میں دیگر تہذیبوں سے مکمل اجتناب ضروری نہیں، بلکہ دینی یا دنیاوی مصلحتوں کے تحت اسلام کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان سے استفادہ کرنا ایک دانشمندانہ عمل ہے۔ اسی حکمت کے پیش نظر نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "حکمت کی بات مومن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں کہیں بھی وہ اسے

1 Nadwī, Abū al-Ḥasan ʻAlī (d. 1420 AH/1999). *Muslim Mamālik mein Islāmiyat aur Maghribiyyat kī Kashmakash* (Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, 1401 AH/1980), 55–560.

2 Naṣr, Ḥusayn. *Islām mein Science aur Tahdhīb (Taʻāruf),* trans. ʻAlī Asad (Karachi: Hamdard Foundation, 1409 AH/1988), 19.

پائے تو اسے حاصل کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔"[3] جو لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ دوسری تہذیبوں سے اخذ و استفادہ کی ہر شکل ناجائز ہے، انہیں اپنے اس موقف پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ دورِ نبوی ﷺ میں اس حوالے سے بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ دوسری تہذیبوں سے اخذ و استفادہ کے سلسلے میں تہذیبی استفادہ کے ارتقاء اور عملی مظاہر کو تین اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور آخر میں نتائج بحث اور سفارشات کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ ذیل میں اب تین مختلف عنوانات کے تحت یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کب اور کیسے دیگر تہذیبوں سے فائدہ اٹھایا۔

3.1 سیاسی معاملات میں اخذ و استفادہ

سیاسی نظم و نسق کسی بھی تہذیب کی بنیاد اور ریاست کی فعالیت کا محور ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کی تشکیل کے دوران نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے نہ صرف داخلی قبائلی نظام کی تنظیمِ نو کی بلکہ دوسرے اقوام و تہذیبوں کے سیاسی تجربات سے بھی اصولی استفادہ کیا۔ عرب معاشرہ ایک قبائلی نظام پر قائم تھا جس میں مشورہ، نمائندگی، اور سرداری جیسے تصورات موجود تھے، تاہم ریاستی مرکزیت، خط و کتابت، سفارتی آداب، گورنری نظام، اور انتخابی اصول جیسے شعبے دیگر تہذیبوں، خصوصاً بازنطینی اور ساسانی سیاسی نظم سے متاثر تھے۔ اسلامی قیادت نے ان اجزاء کو اسلامی تعلیمات کے تابع کرتے ہوئے ایک نیا مثالی سیاسی ڈھانچہ پیش کیا جو نہ صرف شرعی تقاضوں سے ہم آہنگ تھا بلکہ عالمی سطح پر سیاسی حکمت، تدبر اور انتظامی بصیرت کا شاہکار بھی ثابت ہوا۔ یہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی ریاست نے سیاسی امور میں دوسری تہذیبوں سے سیکھنے کے عمل کو امت کی فلاح کے لیے مثبت انداز میں بروئے کار لایا۔

زمانہ قدیم سے بادشاہوں کا دستور تھا کہ وہ صرف ان خطوط اور تحریروں کو قابل اعتنا سمجھتے تھے جن پر مہر لگی ہوتی تھی، ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے اہل عجم کو کوئی تحریر بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ لوگ ایسی کوئی تحریر قبول نہیں کرتے جب تک کہ اس پر مہر ثبت نہ ہو۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا۔[4] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے عجمیوں کی روایت کے مطابق انگوٹھی بنوائی، اگر یہ عمل ناجائز ہوتا تو آپ ﷺ ہرگز ایسا نہ کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت کے ابتدائی زمانے میں ہی تمام زمین کی پیائش کروائی۔ زمین کی پیائش کا جو طریقہ اختیار کیا گیا، وہ ایرانی بادشاہ قباد نوشیرواں کے طریقے سے ماخوذ تھا۔ اسی طرح، نوشیروانی عہد کے صوبہ جاتی نظام کو برقرار رکھا گیا اور اس کے انتظامی اصولوں کو بھی بحال رکھا گیا۔ ماضی کے بہت سے امور کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا، لیکن جہاں ضرورت محسوس ہوئی، وہاں ان میں ضروری اصلاحات کر دی گئیں تاکہ وہ اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ ہو جائیں[5]۔

اسلامی ریاست میں گورنر (ولی) کا دفتر، صوبائی حکمرانوں کی تقرری کے ساسانی اور بازنطینی طرز عمل کے مطابق بنایا گیا تھا۔ بازنطینی اور ساسانی دونوں سلطنتوں کے تحت، صوبائی گورنر فوجی اور سول انتظامیہ دونوں کے ذمہ دار تھے۔ ہر صوبے کی نگرانی کے لیے ایک گورنر (والی) مقرر کیا جاتا تھا۔ گورنرز ٹیکسوں کی وصولی، قانون کے نفاذ اور اپنے اپنے علاقوں میں فوجی سرگرمیوں کو مربوط کرنے کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ گورنروں

3 At-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā. *As-Sunan,* Kitāb al-Adab, "Bāb Mā Jā'a fī al-Akhdh min al-Liḥya" (Cairo: Maktabat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1395 AH/1975), Ḥadīth no. 268, 5:51.
4 Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ aṣ-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Libās, "Bāb Naqsh al-Khātim" (Beirut: Dār Ṭawq an-Najāḥ, 1422 AH/2001), Ḥadīth no. 5872, 7:157.
5 Numānī, Shiblī. *Al-Fārūq* (Lahore: Maktaba Raḥmāniyya, n.d.), 203.

کے پاس فوجی اور سول دونوں اختیارات ہوتے تھے[6]۔ اس عمل کو ابتدائی اسلامی خلفاء نے اپنایا، جنھوں نے پھیلتی ہوئی سلطنت کے مختلف خطوں کی نگرانی کے لیے والیوں (گورنرز) کو مقرر کیا۔ والیوں کو مرکزی پالیسیوں کو نافذ کرنے، امن و امان برقرار رکھنے، ٹیکس جمع کرنے اور فوجی مہمات کی قیادت کرنے کا کام سونپا گیا تھا۔

خلیفہ کے عہدے کا تصور بازنطینی اور ساسانی حکمرانوں سے اخذ کیا گیا تھا، جس میں سیاسی اور مذہبی قیادت جمع تھیں۔ البتہ بظاہر باوجود ایک جیسے دکھنے کے مسلم خلفاء نے عیسائی بادشاہوں کے برعکس ایک نیا اور بہت بہتر انداز پیش کیا، کہ مسلم خلفاء قرآن و سنت کی حدود کے پابند تھے، اپنی مرضی کے مالک اور آزاد نہیں تھے، انہوں نے قرآن و سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے عوام کی خوشحالی اور بہتری کے لئے جس بہترین انداز میں کام کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔[7] خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ بھی دلچسپ تھا، اہل عرب کا دستور تھا کہ وہ اپنے اکثر معاملات سرداروں کے باہمی مشورے سے طے کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جانشینی کا سوال ایک سیاسی ہنگامہ کی شکل میں اٹھا، بات یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اپنی زندگی میں نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کے جمہوری نظام کو پسند فرماتے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعتماد تھا کہ مسلمان جمہوری طریقہ سے ایک شخص کو اپنا حاکم بنالیں گے۔ چنانچہ مسلمانوں کے باہمی مشورے سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بطور خلیفہ نامزد کیا گیا[8]۔

نقیب کی سماجی و سیاسی حیثیت عریف سے کہیں زیادہ وسیع ہوتی تھی، اور وہ ملکی و قومی سطح پر لوگوں کی نمائندگی کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد جاہلیہ کے اس ادارے کو برقرار رکھا اور اسے اسلامی معاشرت میں بھی اہمیت دی۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر بارہ نقیب مقرر کیے گئے تاکہ اگر کسی قسم کا اختلاف پیدا ہو تو یہ نقیب فیصلہ کرنے والے ہوں۔ ان بارہ نقیبوں میں سے نو نقیب قبیلہ خزرج اور تین قبیلہ اوس سے منتخب کیے گئے۔[9] حضرت عبادہ بن صامت جو ان بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے، اس واقعہ کو بڑی مسرت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ وہ ان نقیبوں میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ: "ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، چوری نہیں کریں گے، کسی کو ناحق قتل نہیں کریں گے، لوٹ مار نہیں کریں گے، نافرمانی نہیں کریں گے"۔ حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ اگر ہم اس عہد پر عمل کریں گے تو ہمیں جنت ملے گی، اور اگر ان میں سے کسی برائی پر عمل کیا تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔[10] یہ بیعت اسلامی معاشرت کی اصولوں پر استوار تھی، جس میں لوگوں کو ایک مضبوط اخلاقی و اجتماعی عہد کی طرف راغب کیا گیا تاکہ وہ اپنے قول و عمل میں صداقت اور عدل کے پابند ہوں۔ اور پھر جس طرح یہ کہنا مبنی بر حقیقت نہیں ہے کہ عہد نبوی کے تمام ادارہ جات جاہلی ورثہ تھے اور ریاست مدینہ کا تمام نظم و نسق عرب جاہلیہ میں اس وقت رائج سیاسی نظاموں سے اخذ کر لیا گیا تھا اسی طرح یہ کہنا بھی صحیح نہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

6 Lapidus, Ira M. *A History of Islamic Societies,* 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 1423 AH/2002), 40–44.
7 ‘ Uthmānī, Muḥammad Taqī. *Islām aur Siyāsī Nazariyāt* (Karachi: Maktaba Ma‘ārif al-Qur’ān, n.d.), 35.
8 Ḥasan, Ḥasan Ibrāhīm. *Muslimōn kā Nizam-e-Mumlikat,* trans. Mawlānā ‘Abd Allāh Ṣiddīqī (Karachi: Dār al-Ishā‘at, n.d.), 20.
9 Ibn Hishām, ‘Abd al-Malik ibn Hishām ibn Ayyūb al-Ḥimyarī al-Ma‘āfirī (d. 218 AH). *As-Sīra an-Nabawiyya,* “Amr al-‘Aqaba ath-Thāniya” (Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, 1416 AH/1995), 2:56.
10 Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn (d. 261 AH). *Ṣaḥīḥ Muslim,* Kitāb al-Ḥudūd, “Bāb al-Ḥudūd Kaffārāt li-Ahlihā” (Riyadh: Dār as-Salām lil-Nashr wa at-Tawzī‘, 1419 AH/1998), Ḥadīth no. 757.

وسلم نے رائج تمام نظاموں کو بالکلیہ مسترد فرمادیا۔ کیوں کہ بعض سیاسی، سماجی اور مذہبی انتظامات ایسے ہیں جو عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی پائے جاتے تھے۔ اس ضمن میں اوپر کئی مثالیں ذکر کی جاچکیں۔ لیکن یہاں اس حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہیے کہ بعض آفاقی اصول ایسے ہوتے ہیں جنھیں کسی بھی نئی ریاست کا بانی نظر انداز نہیں کر سکتا اور اس مماثلت کے سبب انہیں ایک دوسرے کا چربہ قرار دینا قرین انصاف نہ ہوگا[11]۔

3.2 جنگی معاملات میں اخذ و استفادہ

جنگی حکمت عملی اور عسکری نظم و نسق وہ شعبے ہیں جہاں عملی تجربہ، حالات کے ادراک اور وقت کی ضرورتوں کے مطابق لچکدار رویہ اختیار کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں اور بعد ازاں خلافتِ راشدہ میں اسلامی قیادت نے فوجی حکمت عملی کے کئی ایسے پہلو اختیار کیے جو دوسری تہذیبوں، خصوصاً رومی، فارسی، اور حبشی افواج کی جنگی روایات سے متاثر تھے۔ خندق کی تدبیر، منجنیق کا استعمال، فوجی قلعہ بندی، گھڑ سوار افواج کی تنظیم، بحری افواج کی تشکیل اور جنگی ساز و سامان جیسے شعبوں میں غیر اسلامی ذرائع سے مستفاد اصولوں کو اسلامی فریم ورک میں شامل کیا گیا۔ ان تمام اقدامات میں بنیادی شرط یہ رہی کہ کوئی بھی طریقہ اسلام کی اخلاقی اقدار، عدل اور انسانی حرمت سے متصادم نہ ہو۔ اس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلامی عسکری حکمت عملی نے صرف ایمانی جذبے پر انحصار نہیں کیا بلکہ فنی مہارت، منصوبہ بندی، اور مؤثر جنگی تدابیر کو اختیار کرکے دشمن کے مقابلے میں برتری حاصل کی۔

بازنطینی اور ساسانی دونوں سلطنتوں کے پاس انتہائی منظم اور پیشہ ورانہ فوجیں تھیں، جن میں گھڑ سوار اور تیر انداز جیسے خصوصی شعبے شامل تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں، ان فوجی اختراعات کو شامل کیا گیا، یوں جنگ میں گھڑ سوار فوج کا استعمال اسلامی فوجی حکمت عملی کا سنگ بنیاد بن گیا۔ بعد ازاں مسلمانوں نے اپنی فوجوں میں ابتدائی طور پر غیر عرب فوجی (مثلاً مملوک) بھی بھرتی کیے، یہ عمل غیر ملکی کرائے کے فوجیوں کے بازنطینی استعمال کی طرح ہے، اس روایت کی بعد ترقی کی رفتار مزید تیز ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ مزید بر آں، مسلم افواج نے رومیوں اور بازنطینیوں سے محاصرے کی تکنیک اور فوجی قلعہ بندی کو اپنایا[12]۔

فوج کے گھوڑوں کی پرورش کا نظام ایرانیوں سے اخذ کیا گیا،[13] جبکہ بحری فوج کی تیاری میں یونانیوں کے اصولِ جنگ کو مدنظر رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوجی نظام میں کئی ایسی اصلاحات متعارف کرائیں جن کا عرب میں پہلے کوئی تصور موجود نہ تھا، جیسے فوج کے ساتھ نگرانِ خزانہ، محاسب، قاضی، مترجم، طبیب اور جراح (سرجن) کی مستقل موجودگی۔ یہ انتظامات بھی دیگر اقوام کی افواج سے اخذ کیے گئے تھے تاکہ اسلامی فوج کو مزید منظم اور مضبوط بنایا جاسکے۔[14] نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں فوج کی تنخواہ مقرر نہیں تھی، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بار فوج کے لیے باقاعدہ تنخواہ مقرر کی، جو اسلامی فوجی نظام میں ایک انقلابی اقدام تھا۔[15] یہ تمام مثالیں اس

11 Sājid ar-Raḥmān. *Islāmī Muʿāshara kī Tāsīs wa Tashkīl* (n.p.: n.p., n.d.), 113.
12 Nicolle, David. *Medieval Warfare Source Book* (London: Brockhampton Press, 1420 AH/1999), 13. Accessed January 28, 2025, https://archive.org/details/medievalwarfares0000nico/page/n7/mode/1up?view=theater.
13 Numānī, *Al-Fārūq,* 244.
14 Adh-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad ibn ʿUthmān. *Tārīkh al-Islām* (Beirut: Dār al-Kitāb al-ʿArabī, 1413 AH/1992), 3:323; Numānī, *Al-Fārūq,* 254.
15 Aṭ-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr. *Tārīkh ar-Rusul wa al-Mulūk* (Beirut: Dār at-Turāth, 1387 AH/1967), 4:209.

حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ حربی اور دفاعی معاملات میں دوسری تہذیبوں کے مؤثر طریقوں کو اپنانا جائز ہے، بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں اور امت کے مفاد میں ہوں۔

غزوہ خندق میں مسلمان تعداد میں بہت کم تھے، اور بعض وجوہ کی بناپر مدینۃ الرسول کے اندر رہ کر ہی مسلمانوں کو مقابلہ کرنا تھا، ایسے میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ہمارے یہاں اہل فارس اپنے علاقے کی حفاظت کے لئے خندق کھود لیتے تھے، آپ بھی اسی طریقہ پر خندق کھود لیجئے[16]۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر ایرانیوں کی طرح خندق کھدوائی حالانکہ عرب اس طریقہ جنگ سے واقف نہ تھے[17]۔

غزوہ طائف میں جنگی حکمتِ عملی کے تحت جدید حربی آلات کا استعمال کیا گیا، جو اس بات کی ایک بہترین مثال ہے کہ اسلامی تہذیب نے دیگر اقوام کے مفید جنگی طریقوں سے بھی استفادہ کیا۔ اس جنگ میں منجنیق کا استعمال کیا گیا، جو ایک طاقتور محاصراتی ہتھیار تھا[18]۔ اسی طرح، ایک اور جنگی آلہ ضبور بھی استعمال کیا گیا، جس کے اندر بیٹھ کر حملہ آور دشمن کے قلعوں تک پہنچتے اور وہاں جنگ کرتے۔ آج کے ٹینک اسی ضبور کی جدید اور ترقی یافتہ شکل ہیں۔ اس کے علاوہ، نبی اکرم ﷺ نے دبابے بھی استعمال فرمائے، جو ایک قسم کی متحرک حفاظتی ڈھال تھی، جس کا استعمال رومی جنگی حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔ یہودیوں نے اسے رومیوں سے سیکھا تھا اور مسلمانوں کا اس سے پہلا سامنا غزوہ خیبر میں ہوا تھا۔ بعد ازاں، مسلمانوں نے اس مؤثر حربے کو اپنایا اور غزوہ طائف میں پہلی بار اس کا استعمال کیا۔[19] یہ تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی فوجی حکمتِ عملی میں دوسری تہذیبوں کے کارآمد طریقوں کو اپنانا جائز سمجھا گیا، بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ یہ وسعتِ نظری اور حکمتِ عملی ہی اسلامی تہذیب کی کامیابی اور ترقی کا ایک بڑا راز ہے۔

3.3 معاشی معاملات میں اخذ واستفادہ

معاشی نظام کسی تہذیب کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، اور اسلامی تہذیب کی تعمیر میں بھی یہ پہلو غیر معمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے مالیاتی معاملات کو محض روایتی انداز میں نہیں چلایا، بلکہ زمانے کے بدلتے تقاضوں اور مفتوحہ اقوام کے تجربات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک جامع اور منصفانہ نظام قائم کیا۔ ساسانی سلطنت کا دیوانی نظام، خراج وجزیہ کی تنظیم، زمینوں کی پیمائش، بیت المال کا قیام، کرنسی کی اشاعت اور ٹیکس وصولی کے ادارے اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلامی ریاست نے دیگر تہذیبوں کے تجربات کو نہ صرف قبول کیا بلکہ انہیں اپنے اصولوں کے تحت منظم کر کے ایک مؤثر، شفاف اور فلاحی مالیاتی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ یہ تحقیق اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ اسلامی معیشت نے اپنی نظریاتی بنیادوں کو برقرار رکھتے ہوئے عملیت اور بین الثقافتی استفادہ کو بھی پوری بصیرت کے ساتھ بروئے کار لایا۔

دیوان کا نظام یا جسے بیوروکریٹک اینڈ ایڈمنسٹریٹو رجسٹری کہا جاسکتا ہے؛ ایک اہم انتظامی ڈھانچہ تھا جو ساسانی سلطنت سے اخذ کیا گیا تھا۔ فارسی دیوانی نظام ایک موثر بیوروکریٹک فریم ورک تھا جو سلطنت کے مالی اور فوجی معاملات کو منظم کرنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ خلیفہ دوم حضرت

16 As-Suhaylī, ‘Abd ar-Raḥmān ibn ‘Abd Allāh. *Ar-Rawḍ al-Unuf* (Beirut: Dār Iḥyā’ at-Turāth al-‘Arabī, 1421 AH/2000), 6:195.
17 Allāh Ditta, Suhail Ḥasan. *“Dūsrī Tahdhībōn se Akhdh wa Istifāda ke Marḥala mein Islāmī Tahdhīb kā Tajriba”, Pakistan Journal of Islamic Research,* Special Issue, 1439 AH/2018, 591.
18 At-Tirmidhī, *As-Sunan,* Kitāb al-Adab, “Bāb Mā Jā’a fī al-Akhdh min al-Liḥya,” Ḥadīth no. 2762, 5:94.
19 Aṭ-Ṭabarī, *Tārīkh ar-Rusul wa al-Mulūk,* 3:84.

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس نظام کو ریاستی محصولات، فوجی وظیفے اور ٹیکس وصولیوں کو منظم کرنے کے لیے نافذ کیا۔ یہ نظام تیزی سے پھیلتی ہوئی سلطنت کی حکمرانی کے لیے بہت اہم تھا اور اس نے وسائل کی وصولی اور تقسیم میں نظم و نسق برقرار رکھنے میں مدد کی۔ اس دیوان کے خاص طور پر قابل ذکر کلیدی اجزاء دیوان الخراج (لینڈ ٹیکس) اور دیوان الجند (فوجی پے رول) اور پول ٹیکس (جزیہ) تھے جو ساسانی انتظامیہ سے اخذ کیے گئے تھے[20]۔ خراج ایک زمینی ٹیکس تھا جو زرعی زمینوں پر لگایا جاتا تھا، جو ساسانی نظام سے اخذ کیا گیا تھا، جہاں زمینی ٹیکس ریاست کی آمدنی کے لیے اہم تھی۔ جزیہ جو کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم رعایا پر لگایا گیا ٹیکس تھا، کہا جا سکتا ہے کہ ساسانی سلطنت میں خراج (Tribute System) کے نظام سے متاثر تھا۔ ساسانی سلطنت میں، غیر مذہب رعایا پر بھی ٹیکس لگایا جاتا تھا۔ جبکہ اسلامی روایات میں غیر مسلموں کو ٹیکس کے بدلے تحفظ مہیا کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کے بندوبست کا جب ارادہ کیا تو حذیفہ رضی اللہ عنہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے نام حکم بھیجا کہ عراق کے دو بڑے زمینداروں کو میرے پاس بھیج دو، چنانچہ زمیندار مع مترجم کے ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ سلاطین عجم کے ہاں مال گزاری کی تشخیص کا کیا طریقہ کار تھا؟ چنانچہ جزیہ جو کہ بظاہر مذہبی امور سے تعلق رکھتا تھا، تاہم اس کی تشخیص میں بھی وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیرواں نے اپنی حکومت میں قائم کیے تھے[21]۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ سکے نوشیرواں کے سکوں سے کافی مشابہ تھے اور ان ہی کے نمونے پر ڈھالے گئے تھے۔ اسی طرح، ان سکوں کی مالیت کے تعین میں بھی ایرانی دراہم کی قدر و قیمت کو بنیاد بنایا گیا۔[22] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خراج، عشور، دفتر، رسد اور حسابات جیسے مالی اور انتظامی امور میں ایران اور شام کے مروجہ اصولوں کو اختیار کیا گیا۔ تاہم، جہاں کہیں کوئی کمی یا اسلامی شریعت سے متصادم پہلو نظر آیا، وہاں اصلاحات نافذ کر دی گئیں[23]۔ اسی اصول کے تحت، مفتوحہ علاقوں میں مال گزاری (ٹیکس) کا نظام اسی طرح برقرار رکھا گیا جس طرح پہلے سے رائج تھا۔ حتیٰ کہ ان علاقوں کی زبان، سرکاری ملازمین اور ان کے اختیارات کو بھی بحال رکھا گیا۔ البتہ، جہاں ضروری محسوس ہوا، وہاں کچھ طریقوں میں مناسب اصلاحات کر دی گئیں تاکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہو جائیں۔ یہ طرزِ عمل اس بات کا ثبوت ہے کہ دیگر تہذیبوں کے انتظامی و معاشی نظام سے استفادہ جائز ہے، جب تک کہ وہ اسلامی احکامات کے منافی نہ ہوں۔ اسلام نے جاہلی عرب کے بعض معاشی رواجوں کو برقرار رکھا اور بعض کو ممنوع قرار دیا۔ مثلاً عقدِ شرکت، عقدِ مضاربت اور عقدِ سَلَم جیسے معاہدوں کو جائز رکھا، کیونکہ یہ تجارت اور معیشت کے فطری اصولوں پر مبنی تھے، جبکہ سود، جوئے اور استحصالی مالیاتی نظام کو ممنوع قرار دیا۔[24]

---

20 Rice, D. Talbot. *"Persia & Byzantium"*, in *The Legacy of Persia,* edited by A. J. Arberry (London: Oxford University Press, 1383 AH/1963), 41.
21 Numānī, Shiblī. *Al-Fārūq,* Part 2 (Lahore: Maktaba Raḥmāniyya, n.d.), 310; Sirāj Munīr, *Millat-e-Islāmiyya: Tahdhīb wa Taqdir* (Lahore: Maktaba Rawāyat, 1418 AH/1997), 83–84.
22 Al-Māwardī, Abū al-Ḥasan ʻAlī ibn Muḥammad. *Al-Aḥkām as-Sulṭāniyya* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, n.d.), 237; Al-Maqrīzī, Taqī ad-Dīn Aḥmad ibn ʻAbd al-Qādir. *Shudhūr al-ʻUqūd fī Dhikr an-Nuqūd* (Najaf: Manshūrāt al-Maktaba al-Ḥaydariyya wa Maṭbaʻatihā, 1387 AH/1967), 8.
23 Numānī, *Al-Fārūq,* 310.
24 Numānī, *Al-Fārūq,* Part 2, 310; Sirāj Munīr, *Millat-e-Islāmiyya,* 83–84.
Rice, D. Talbot. *"Persia & Byzantium"*, in *The Legacy of Persia,* edited by A. J. Arberry (London: Oxford University Press, 1383 AH/1963), 41.

3.4 فکری معاملات میں اخذ و استفادہ

فکری ارتقاء کسی بھی تہذیب کی علمی بقا، وسعت نظری اور تمدنی شعور کی علامت ہوتا ہے۔ اسلامی فکر کا آغاز وحی سے ہوا، لیکن اس کی علمی تشکیل اور عقلی ارتقاء میں دیگر تہذیبوں، بالخصوص یونانی، ایرانی، ہندی اور سریانی علوم و افکار سے براہ راست یا بالواسطہ اثرات بھی شامل رہے۔ فلسفہ، منطق، علم الکلام، طب، تصوف، اور ترجمہ کی تحریک جیسے میدانوں میں مسلمانوں نے جہاں اصل اسلامی مصادر سے رہنمائی حاصل کی، وہیں دوسرے تمدنی و علمی ذخیرے سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ یونانی فلسفے کے تراجم، عیسائی کلامی روایات کے ساتھ مکالمہ، ہندی و ایرانی طب و نجوم، اور یونانی منطق کی تدوین نو، یہ سب اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ اسلامی تہذیب محض عقائد کی حامل نہ تھی بلکہ علمی تعامل اور فکری وسعت کی بھی علمبردار تھی۔ اس تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ اس فکری اخذ و عطا کو اصولی، تحلیلی اور مثبت تناظر میں سمجھا جائے تاکہ اسلام کی علمی عظمت اور بین الثقافتی حکمت کو تاریخی و معاصر سطح پر واضح کیا جا سکے۔

اسلامی فکر میں تصوف اور فلسفہ دو ایسے شعبے ہیں جو اسلام کے اندرونی روحانی و عقلی ارتقاء کا مظہر ہیں۔ ان دونوں شعبوں میں مختلف تہذیبوں اور ادیان سے بالواسطہ یا براہ راست اثرات کی نشانیاں ملتی ہیں۔ اگرچہ بنیادی طور پر اسلامی فلسفہ یونانی علوم پر قائم ہے، تاہم ان یونانی متون کو مسلمانوں تک پہنچانے میں سریانی النسل عیسائی علما و مترجمین کا کلیدی کردار رہا۔ حنین بن اسحاق، یوحنا بن ماسویہ اور دیگر سریانی مترجمین نے افلاطون، ارسطو، جالینوس اور دیگر یونانی فلاسفہ کی تحریروں کو پہلے سریانی اور پھر عربی میں منتقل کیا، جس سے اسلامی فلسفہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس علمی ترجمہ جاتی تحریک کے ذریعے نہ صرف یونانی فلسفہ بلکہ عیسائی کلامی انداز، استدلال اور عقلی ترتیب بھی علم الکلام اور فلسفہ پر اثرانداز ہوئی۔ بعض محققین کے مطابق علم الکلام کی کچھ اصطلاحات اور منطقی ترتیب عیسائی تھیولوجی (خصوصاً نسطوری و یعقوبی روایت) سے متاثر ہیں۔ مثال کے طور پر: اللہ کی ذات و صفات، تثلیث کے ردّ، اور مخلوق کی تخلیق کے مباحث میں عیسائی کلامیہ کا جواب دیتے ہوئے بعض مسلمان متکلمین نے انہی دلائل کی ساخت استعمال کی۔ اسی طرح فارابی، ابن سینا اور ابن رشد جیسے فلسفیوں کا تصورِ "عقل فعال" اور "علم الٰہی" کی بحثیں، مسیحی Neoplatonic روایت (خصوصاً اریجن، آگسٹائن) سے مماثلت رکھتی ہیں[25]۔ فلسفے کے ساتھ ساتھ تصوف کے میدان میں بھی عیسائیت سے استفادہ کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے، خاص طور پر زہد، ریاضت، اور روحانی تجربات کے حوالے سے۔ ابتدائی مسلم زاہدین جیسے حسن بصری اور سفیان ثوری نے عیسائی راہبوں کی عبادت گزاری، دنیا سے بے رغبتی، اور نفس کشی کا مشاہدہ کیا اور ان اوصاف مثلاً عیسائی ریاضت (monastic retreat, celibacy) کے مشاہدات سے استفادہ کیا اگرچہ اسلام میں تجرد (celibacy) کی تعلیم نہیں دی گئی، بلکہ اسلام نے رہبانیت کی مکمل نفی کی، مگر اس کی روحانی جہت سے اخذِ حکمت کو رد نہیں کیا گیا۔ تصوف میں مراقبہ، وحدت الوجود (Unity of Being)، قربِ الٰہی کا وجدانی تجربہ، اور عشقِ حقیقی (Divine Love) جیسے تصورات بعد ازاں وحدت الوجود کے فلسفے میں ظاہر ہوئے، جو بعض عیسائی تصوف (Christian Mysticism) خصوصاً Neoplatonic-Christian thought کے حوالے سے مماثلت رکھتے ہیں[26]۔

---

25 Sedgwick, Mark. *"Islamic Mysticism and Neo-Sufism"*. Accessed January 5, 2025, 7:16 PM, https://cismor.jp/uploads-images/sites/2/2018/05/Islamic-Mysticism-and-Neo-Sufism.pdf.
Hefner, Robert W., ed. "Religion and Law", in The New Cambridge History of Islam (Cambridge: Cambridge University Press, 1431 AH/2010).

26 Zarrabi-Zadeh, Saeed. *"Sufism and Christian Mysticism: The Neoplatonic Factor"*, in *Routledge Handbook on Sufism,* edited by Lloyd Ridgeon (London and New York: Routledge, 1442 AH/2020), 330–42.

اندلس کے صوفیانہ، عیسائی اور یہودی ماحول میں مسلم صوفیاء اور عیسائی راہبوں کے درمیان فکری وروحانی تبادلے نے بھی اسلامی تصوف کے بعض پہلوؤں کو نکھارنے میں کردار ادا کیا۔ ابن مسرہ اور ابن عربی جیسے مفکرین کی فکر میں وحدت، الوہیت کا وجدان، اور باطنی معراج کے جو تصورات ملتے ہیں وہ بعض اوقات عیسائی تصوف میں پائے جانے والے تصورات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ اگرچہ یہ مشابہت براہ راست اثرات کا نتیجہ نہیں کہی جاسکتی، لیکن تہذیبی ماحول اور فکری مکالمہ اس کی ایک ممکنہ وجہ ہو سکتی ہے۔ یوں اسلامی فکر میں تصوف اور فلسفہ دونوں میدانوں میں عیسائیت سے بالواسطہ استفادہ کی متعدد شکلیں تاریخ کے مختلف مراحل میں ظاہر ہوتی ہیں، جو تہذیبی تعامل اور فکری توسع کی روشن مثالیں ہیں[27]۔

اسلامی تہذیب نے قدیم اور معاصر تہذیبوں سے اخذ وعطا کی ہر ممکن کوشش کی اور انسانی عقل و دانش کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے میں کسی مذہبی یا نسلی تعصب کو آڑے نہیں آنے دیا۔ اقوام سابقہ کے تحریری سرمائے کو عربی اور دیگر زبانوں میں منتقل کرنے کے لیے مختلف اقدامات کیے۔ یہی علمی جدوجہد مسلمانوں میں فن ترجمہ کے آغاز وارتقاء کا باعث بنی۔ ترجمہ سے دل چسپی کے مظاہر عہد رسالت وخلافت راشدہ میں ہی نظر آنا شروع ہو گئے تھے[28]۔ کیوں کہ بعض اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات کی تلاوت کرتے اور مسلمانوں کے سامنے عربی زبان میں اس کی تشریح پیش کرتے[29]۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سریانی زبان سے واقف تھے، وہ تورات کے سریانی ترجمہ سے استفادہ کرتے[30]، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (م ۲۳ھ) کا اہل ایران سے رابطہ مضبوط ہو چکا تھا، ایرانی لوگ آپ کو اپنے بادشاہوں کے طریقہ ہائے سیاست پڑھ کر سناتے تھے[31]۔

اسلامی سال کا آغاز بھی عجمی تہذیب سے اخذ کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کسی نے ذکر کیا کہ عجمی لوگ اپنی تحاریر میں تاریخ لکھنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم بھی لکھا کرو، چنانچہ قبل از اسلام قمری کیلنڈر کو اسلامی استعمال کے لیے ترتیب دیا گیا اور ہجری کیلنڈر کا آغاز 622 عیسوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے کیا گیا[32]۔

3.5 سماجی معاملات میں اخذ واستفادہ

سماجی زندگی کسی تہذیب کے ظاہر وباطن کی آئینہ دار ہوتی ہے، جس میں رہن سہن، لباس، خوراک، فن تعمیر، تہذیبی آداب اور روزمرہ کے اطوار شامل ہوتے ہیں۔ اسلام نے جہاں عقائد، عبادات اور اخلاقیات میں واضح رہنمائی فراہم کی، وہیں سماجی زندگی کے ایسے پہلوؤں میں بھی اصول متعین کیے جہاں فطری تنوع اور تمدنی تفاوت کو وسعت کے ساتھ قبول کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں جب اسلام دیگر تہذیبوں کے ساتھ براہِ راست رابطے میں آیا تو سماجی معاملات میں بھی کئی ایسے طور طریقے اپنائے گئے جو فارسی، رومی، حبشی اور ہندی تہذیبوں سے اخذ کیے گئے تھے۔ مثلاً لباس کی تراکیب، خوراک کے انداز، گھریلو آداب، مساجد کی تعمیر، ڈاک وابلاغ کے نظام، اور حتیٰ کہ صفائی،

27 Chittick, William. *The Sufi Path of Knowledge: Ibn al-ʻArabī's Metaphysics of Imagination* (Albany: SUNY Press, 1410 AH/1989), 79.
28 Ḍiyā' al-Ḥaqq, Muḥammad, and Muḥammad Riyāḍ Maḥmūd. *"Islāmī Tahdhīb wa Tamaddun mein Ikhtirāʻ wa Tāza Kārī: ʻAhd Banī ʻAbbās kā Tajziyātī Muṭālaʻa"*, *Al-Baṣīra*, vol. 9, no. 1, 1439 AH/2018, 33.
29 Numānī, Shiblī. *Al-Fārūq* (Lahore: Idāra-e-Islāmiyāt, 1411 AH/1990), 498.
30 Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Khuṭbāt-e-Bahāwalpur* (Bahawalpur: Islamia University, 1391 AH/1970), 309.
31 Numānī, *Al-Fārūq,* 415.
32 Ibn Khaldūn, ʻAbd ar-Raḥmān ibn Muḥammad. *Al-Muqaddima* (Beirut: Dār al-Fikr, 1408 AH/1987), 1:303.

تزئین و آرائش کے اسلوب—یہ سب اس فکری کشادگی کی علامات ہیں جس میں اسلام نے مفید، غیر متنازع اور اخلاقی اصولوں سے ہم آہنگ عناصر کو نہ صرف قبول کیا بلکہ ان میں جدت اور تطبیق پیدا کر کے اپنی تہذیب کا حصہ بنایا۔ اس مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی سماجی ڈھانچہ اجنبیت یا انکار کی بنیاد پر نہیں، بلکہ توازن، اجتہاد، اور اعتدال پر استوار ہوا، جو اس کی عالمگیریت اور عملی بصیرت کا ثبوت ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رومیوں کی طرح بڑی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے ساتھ رہتے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خدام و حشم کو دیکھا تو فرمایا" : یہ نوشیر وانی جاہ و جلال کیسا؟ "لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی کہ چونکہ یہاں رومیوں سے واسطہ ہے اور وہ ظاہری رعب و دبدبے سے متاثر ہوتے ہیں، اس لیے ایسا کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا۔[33] سلاطینِ عجم اپنے مخصوص لباس تیار کرواتے تھے، جن پر تصاویر کندہ ہوتی تھیں۔ چونکہ اسلام میں تصویر سازی کی ممانعت تھی، اس لیے مسلمانوں نے اس کے بجائے اپنے لباس، مہروں اور دیگر اشیاء پر مقدس آیات، کلمات یا اپنے نام کندہ کروانے کا رواج اختیار کیا۔ اگرچہ آج یہ روایت عام نہیں، لیکن کچھ محکموں، خاص طور پر وردی والے اداروں میں، اپنے نام کندہ کروانا آج بھی ایک لازمی روایت ہے۔[34] اسی طرح، دربانی (محافظوں کی تعیناتی) اور مقصورہ (نماز کے دوران امیر کے لیے مخصوص جگہ) کا رواج بھی خارجیوں کے حملوں کے بعد متعارف ہوا، تاکہ حکمرانوں اور اہم شخصیات کی حفاظت یقینی بنائی جا سکے[35]۔ یہ تمام مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلامی حکمرانوں نے جہاں ضرورت محسوس کی، وہاں دوسری تہذیبوں کے مفید انتظامی و دفاعی طریقے اختیار کیے، مگر انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال کر اپنایا۔

اگرچہ اسلامی قانون کی بنیاد قرآنی احکام اور نبوی سنت پر ہے، لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں قانونی اصطلاحات یا بعض رسمی پہلو رومن یا ساسانی قانونی روایات سے جزوی طور پر متاثر ہوئے ہیں، تاہم شہادت جیسے اصول قرآن اور سنت پر مبنی اسلامی تشکیل ہیں۔ اسلامی قانون میں گواہوں کا تصور قرآن (البقرہ:282)، سنت اور صحابہ کے فیصلوں سے ماخوذ ہے۔ متاثر ہونے کے حوالے سے وائل حلاق نے اپنی تحقیق میں اس کی مکمل نفی کی ہے، وہ انہوں نے اپنی کتاب "Origins and Evolution of Islamic Law)" میں مکمل بحث سے یہ بات واضح کی ہے کہ ترجمہ یا اصطلاحات کا اثر ضرور ہے، جیسے وقف یا دیوان وغیرہ، لیکن قانونی اصول جیسے گواہی (شہادت) کا ماخذ اسلام ہی ہے[36]۔ قبل از اسلام قبائلی رسم و رواج اور عرب کے ایک قبائلی قانون "دیت" کو اسلامی قانون میں شامل کیا گیا تھا، جسے قرآن و حدیث کے ذریعے منظم کیا گیا۔ کہ اگر کوئی شخص ناحق کسی کو قتل کر دے تو سزا کے طور پر اس شخص کو خون بہا کی رقم ادا کرنی پڑتی تھی، جس کی مقدار آنحضرت صلی علیہ وسلم کے دادا حضرت عبد المطلب نے قبل از اسلام دس اونٹ مقرر کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب یہ دیکھا گیا کہ لوگ قتل ناحق سے باز نہیں آتے تو اس کی مقدار ایک سو اونٹ تک بڑھا دی گئی۔ "قسامہ" جو اسلامی روایت کا تاریخی حصہ قرار پایا، اس کو سب سے پہلے جناب ابو طالب نے رواج دیا۔ عرب کا دستور تھا کہ قوم کا رئیس ان کی آمدنی سے چوتھا حصہ وصول کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ ہم نے اس کو اور بھی گھٹا کر مالِ غنیمت میں سے ۱/۵ حصہ بحق سرکار لینے کا حکم نافذ کیا۔ بنی اسرائیل میں زانی کو رجم کی سزا دینا، چور کا ہاتھ کاٹنا، جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ، سزائیں مقرر تھیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان میں کوئی ترمیم

33 Ibn Khaldūn, *Al-Muqaddima,* 1:254.
34 Ibn Khaldūn, *Al-Muqaddima,* 1:331.
35 Ibn Khaldūn, *Al-Muqaddima,* 1:332.
36 Hallaq, Wael B. *The Origins and Evolution of Islamic Law* (Cambridge: Cambridge University Press, 1426 AH/2005), 61.

و تنسیخ نہیں کی[37]۔ تمام ترخرافات، عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کے باوجود عربوں میں مروج بہت سی چیزیں ایسی تھیں جنہیں اسلام نے من و عن قبول کر لیا اور بعض کو ترمیم واضافہ کے ساتھ قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔

اسلامی ڈاک کا نظام بازنطینی کرسس پبلکس اور ساسانی چیر خانہ کے نظام سے متاثر تھا۔ ابتدائی اسلامی ڈاک کا نظام مواصلاتی راستوں اور پوسٹل ریلے اسٹیشنوں کے نیٹ ورک پر مبنی تھا۔ اس نظام کا مقصد اسلامی سلطنت کے مختلف حصوں میں حکومتی رابطے کی سہولت فراہم کرنا تھا، تاکہ حکومتی امور کو مؤثر طریقے سے چلایا جاسکے۔ اس ڈاک کے نظام نے خلافت کو دور دراز علاقوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے اور ان علاقوں پر کنٹرول برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے ذریعے حکومتی فیصلوں کی ترسیل اور انتظامی امور کو منظم کرنا ممکن ہوا، جس سے حکمرانی اور انتظامی ہم آہنگی کو برقرار رکھنا آسان ہوگیا۔ یہ ڈاک کا نظام اس بات کا غماز تھا کہ اسلامی حکومت نے مختلف تہذیبوں سے حاصل کردہ مؤثر انتظامی طریقوں کو اپنے حکومتی ڈھانچے میں شامل کیا تاکہ سلطنت کے مختلف حصوں کے درمیان رابطہ اور ہم آہنگی برقرار رکھی جاسکے۔[38]

ابتدائے اسلام میں تمام مسجدیں کچی بنائی جاتی تھیں، جن کی زمین مٹی کی ہوتی تھی۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بارش ہوتی تو ہمارے ہاتھ، منہ اور کپڑے کیچڑ سے بھر جاتے، اور عام حالات میں سجدہ کرتے وقت ہاتھوں اور کپڑوں کو مٹی لگ جاتی تھی۔[39] پکی مسجدیں بنانے کا رواج ایرانی تہذیب سے متاثر ہو کر آیا۔ جب اسلام عرب سے نکل کر ایران کی سرزمین تک پہنچا اور وہاں مسجدیں تعمیر ہونے لگیں، تو کوفہ اور بصرہ کی مساجد میں سب سے پہلے بجری ڈالی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ سجدے کے بعد ہاتھ جھاڑتے تھے کیونکہ مٹی لگ جاتی تھی۔ زیاد نے کہا کہ "مجھے خوف ہے کہ ایک وقت ایسا نہ آئے کہ لوگ ہاتھ جھاڑنے کو نماز کا لازمی عمل سمجھنے لگیں۔" چنانچہ انہوں نے مسجد میں توسیع کی اور صحن میں مخصوص بجری بچھانے کا حکم دیا۔[40] اسی طرح، مسجد میں منبر رکھنے کی روایت رومیوں سے آئی[41]، جبکہ کرسی کے استعمال کرنے کی روایات بھی موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے عود ہندی (ایک خوشبودار لکڑی) کے استعمال کا حکم دیا، جو مسجدوں میں خوشبو کے لیے استعمال کی جاتی تھی[42]۔ مینار کا وجود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا، بلکہ یہ صحابہ کرامؓ کی ایک سنت ہے، جو بعد میں مساجد کی تعمیر میں شامل کی گئی[43]۔ مسجد میں روشنی کا اہتمام سب سے پہلے حضرت تمیم داریؓ نے کیا، جو شامیوں کی روایت سے متاثر ہو کر مسجد میں چراغ جلانے کا اہتمام کرنے والے پہلے شخص تھے۔[44] یہ تمام مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی تہذیب نے دیگر اقوام کے مثبت اور مفید طریقوں کو اپنا کر ترقی کی، بشرطیکہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہوں۔

37 Shāh Walī Allāh (d. 1176 AH/1762). *Ḥujjat Allāh al-Bāligha,* “Bāb Iqāmat al-Irtifāqāt wa Iṣlāḥ ar-Rusūm, al-Mabaḥath as-Sādis as-Siyāsāt al-Māliyya” (Lahore: Al-Maktaba as-Salafiyya, n.d.), 105; Sājid ar-Raḥmān, *Islāmī Mu‘āshara kī Tāsīs wa Tashkīl,* 113.
38 Badakhshānī, Maqbūl Baig. *Tārīkh-e-Īrān,* vol. 1, 2nd ed. (n.p.: n.p., 1431 AH/2010), 496.
39 Ibn Ḥanbal, Aḥmad ibn Muḥammad. *Musnad Aḥmad,* Musnad ‘Abd Allāh ibn al-‘Abbās (Beirut: Mu’assasat ar-Risāla, 1421 AH/2000), Ḥadīth no. 2385, 4:214.
40 Al-Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā ibn Jābir ibn Dāwūd. *Futūḥ al-Buldān* (Beirut: Dār wa Maktabat al-Hilāl, 1409 AH/1988), 272.
41 Al-Bukhārī, *Al-Jāmi‘ aṣ-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Buyū‘, “Bāb an-Najjār,” Ḥadīth no. 2094, 3:61; Ibn Rajab al-Ḥanbalī, ‘Abd ar-Raḥmān ibn Aḥmad. *Fatḥ al-Bārī,* Kitāb aṣ-Ṣalāt, “Bāb al-Isti‘āna bi-an-Najjār wa aṣ-Ṣanā‘i‘ fī A‘wād al-Minbar wa al-Masjid” (Medina: Maktabat al-Ghurabā’ al-Athariyya, 1417 AH/1996), Ḥadīth no. 449, 3:315.
42 Al-Bukhārī, *Al-Jāmi‘ aṣ-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Libās, “Bāb as-Sarāwīl,” Ḥadīth no. 5804, 7:144.
43 Al-Kattānī, ‘Abd al-Ḥayy. *At-Tarātīb al-Idāriyya* (Beirut: Dār al-Arqam, n.d.), 128.
44 Ibn Māja, Muḥammad ibn Yazīd. *Sunan Ibn Māja,* Kitāb al-Masājid, “Bāb Taṭhīr al-Masājid” (Beirut: Dār Iḥyā’ al-Kutub al-‘Arabiyya, n.d.), Ḥadīth no. 760, 1:250.

اسلامی لباس کے ضابطے اور سماجی آداب بازنطینی اور ساسانی اصولوں سے متاثر تھے۔ لباس میں شائستگی پر زور، خاص طور پر خواتین کے لیے، قبل از اسلام عربی رسم و رواج اور بازنطینی اور فارسی روایات دونوں سے آگاہ کیا گیا تھا، لباس میں کچھ چیزیں تو ایسی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود انہیں اپنایا اور استعمال فرما کر امت کی راہنمائی فرمائی، مثلا رومی جبہ استعمال فرمایا[45]۔ شلوار ایرانیوں کا لباس ہے لیکن احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے[46]۔ اسی طرح مثال کے طور پر پردہ (حجاب) بھی بازنطینی اور ساسانی معاشروں میں اعلیٰ طبقے کی خواتین میں کسی شکل میں رائج عمل تھا۔ جہاں پردہ کرنا خواتین میں سماجی حیثیت کا نشان تھا۔ اسلام نے شائستگی کو تقویٰ کے ساتھ جوڑتے ہوئے ان اصولوں کو مذہبی فریم ورک کے اندر عالمگیر بنایا[47]۔

اسلامی کھانا پکانے کے طریقوں نے فارسی، بازنطینی اور ہندوستانی روایات کے عناصر کو اپنایا۔ مسالوں کا استعمال، کھانا پکانے کی جدید تکنیک، اور علاقائی کھانوں کا اسلامی ثقافت میں انضمام فارسی اور بازنطینی کھانے کی روایات سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ ابتدائی مسلمانوں نے فارسی کھانا پکانے کے طریقوں کو اپنایا، جیسے چاول، زعفران اور باریک ستو کا استعمال، اور تجارتی نیٹ ورکس کے ذریعے متعارف کرائے جانے والے کھانے، جیسے ہندوستان سے چینی اور بحیرہ روم سے لیموں کے پھل شامل کر کے اپنے کھانے کی روایات میں اضافہ کیا۔ جب اسلام عرب کی حدود سے نکل کر عجم میں پہنچا، تو وہاں کی تہذیبوں سے بھی استفادہ کیا۔ ایرانی تہذیب کی چھاپ عربی تہذیب پر گہری طور پر محسوس کی گئی، جس کا اثر مسلمانوں کے لباس اور خوراک پر بھی نظر آیا۔ ایرانیوں کا لباس اور کھانے کی عادات مسلمانوں میں منتقل ہو گئیں۔ عرب پہلے آٹا بغیر چھانے ہوئے استعمال کرتے تھے، مگر ایرانی اثرات کی بدولت انہوں نے آٹا چھان کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح، عرب ایک وقت میں صرف ایک ہی غذا (Single Dish) کھاتے تھے، لیکن ایران کی تہذیب سے متاثر ہو کر، اب وہ ایک ہی وقت میں مختلف قسم کے کھانوں کا استعمال کرنے لگے۔ اس کی وجہ سے ان کے دستر خوان پر کئی قسم کے کھانے ایک ساتھ نظر آنے لگے، جس پر کچھ علماء نے کہا کہ یہ عمل بدعت ہے[48]۔

ایک آرٹ کے طور پر عربی خطاطی پر زور جزوی طور پر اسلام کی طرف سے علامتی منظر کشی کی ممانعت سے کارفرما تھا، لیکن یہ مقامی فنکارانہ روایات کے ساتھ تعامل کے ذریعے بھی پروان چڑھا۔ سلاطین عجم اپنے لیے مخصوص لباس بنواتے تھے اور ان پر تصاویر بنواتے تھے۔ اسلام میں چونکہ تصویر سازی کی ممانعت تھی اس لیے مسلمانوں نے اپنے لیے مقدس آیات و کلمات یا اپنے نام کندہ کروانے شروع کر دیئے[49]۔

اسلامی فنِ تعمیر نے فارسی اور بازنطینی طرزوں سے بہت سی چیزیں اپنائیں۔ اس کا اثر خاص طور پر مساجد میں دیکھا جا سکتا ہے، جہاں گنبد اور موزیک کے استعمال نے ان ثقافتی نقوش کو ظاہر کیا جو ان تہذیبوں کی خصوصیت تھے۔ کوفہ میں بیت المال کی عمارت ایرانی طرزِ تعمیر پر تعمیر کی گئی تھی، اور اس عمارت کو بنانے کا کام ایک مجوسی معمار، روزبن بزرجمہر نے کیا تھا[50]۔ عرب عام طور پر گھاس پھونس وغیرہ سے مکان بناتے تھے، لیکن ۱۷ھ میں کوفہ میں ایک بڑی آگ لگی جس میں بہت سے مکانات جل کر تباہ ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو

---

45 Gīlānī, Manāẓir Aḥsan. *Islāmī Mu'āshiyāt* (Karachi: Dār al-Ishā'at, Urdu Bazar, n.d.), 38.
46 Al-Bukhārī, *Al-Jāmi' aṣ-Ṣaḥīḥ,* Kitāb al-Libās, "Bāb as-Sarāwīl," Ḥadīth no. 5804, 7:144.
47 Daryaee, Touraj. *Sasanian Persia: The Rise and Fall of an Empire* (London: I.B. Tauris, 1430 AH/2009), 106–107; *Encyclopaedia Iranica: Clothing IV (Sasanian Era).* Herrin, Judith. *Women in Purple: Rulers of Medieval Byzantium* (Princeton: Princeton University Press, 1422 AH/2001), 22–23.
48 Na'īmī, Aḥmad Yār Khān. *Mir'āt al-Manājīḥ* (Lahore: Qādirī Publishers, 1430 AH/2009), 90.
49 Ibn Khaldūn, *Al-Muqaddima,* 1331.
50 Aṭ-Ṭabarī, *Tārīkh ar-Rusul wa al-Mulūk,* 4:46.

کوفہ کے گورنر تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر پختہ عمارات بنوائیں، تاکہ شہر میں رہائش کی حالت بہتر ہو سکے۔ تاہم، اس وقت بھی ہر مکان میں تین سے زیادہ کمرے بنانے کی اجازت نہیں تھی[51]، جو کہ اسلامی معاشرت کی سادگی اور کفایت شعاری کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ تمام مثالیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ اسلامی معاشرت میں فنِ تعمیر نے دوسرے خطوں کی ثقافتوں سے متاثر ہو کر ترقی کی، لیکن یہ اثرات اسلامی اصولوں اور سادگی کے دائرہ میں رہ کر اپنائے گئے۔

خلاصہ بحث

گزشتہ صدی سے یعنی جب سے استعماری دور آیا ہے اور روایت اور جدت کی ابحاث میں باہم اکھاڑ پچھاڑ کا سلسلہ شروع ہوا ہے تب سے دو آرا مسلسل دیکھنے میں آئی ہیں جو کہ دونوں انتہائی درجہ کی ہیں اور حد افراط کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بعض افراد جو اپنی زریں روایات سے جڑے رہنا چاہتے ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ دوسری تہذیبوں سے کچھ بھی اخذ و استفادہ نہ کیا جائے حتی کہ ان سے ہمارا کوئی بھی عمل میل نہ کھائے جبکہ بعض دوسرے ایسے جدت پسند افراد ہیں جو ہر روایت کو اپنے گلے سے طوق کی طرح اتار پھینکنا چاہتے اور ہر ہر عمل میں مغرب کو ہی اپنا رہنما تسلیم کرنے کے حق میں ہیں۔ اس مقالے کی تمام تر بحث کا مقصد اسلامی عہد کے بنیادی اور اصولی ادوار یعنی عہدِ رسالت و عہدِ صحابہ جو کہ بذاتِ خود ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں سے عملی دلائل پیش کر کے یہ ثابت کرنا ہے اور امت مسلمہ کو ان کا بھولا سبق یاد دلانا ہے کہ دوسری تہذیبوں کا ہر عمل ممنوع نہیں بلکہ صرف وہی عمل ممنوع ہے جو اسلام کے اصولوں سے متعارض ہو، اسی ظمن میں متعدد مثالیں بھی پیش کی گئیں جن سے دعوی بخوبی ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ اب ان دلائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیں آج کے دور میں نہ صرف متمدن اقوام سے خوش دلی سے استفادہ کرنا ہے اور خود کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھنا ہے بلکہ امت کی بھی رہنمائی کرنی ہے اور ان کے ذہنی شکوک و شبہات دور کر کے باہم مل کر تعمیری کردار ادا کرنا ہے جو کہ قرآن حکیم کی رو سے تخلیق انسانیت کا مقصد بھی ہے۔

اسلام ایک ایسی جامع اور عالمی تہذیب کا بانی دین ہے جو صرف عقائد و عبادات تک محدود نہیں بلکہ معاشرت، سیاست، معیشت، علم و فن، قانون اور اخلاق جیسے تمام میدانوں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی تہذیب نے جو تمدنی بنیادیں رکھیں، ان کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے دوسری تہذیبوں سے مفید عناصر کو قبول کرنے کا دروازہ بند نہیں کیا۔ البتہ یہ استفادہ اندھی تقلید یا تہذیبی مرعوبیت پر نہیں بلکہ حکمت، بصیرت، اجتہاد اور اسلامی اصولوں کی رہنمائی میں کیا گیا۔ عہدِ رسالت میں نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر اہل فارس، روم، قبط، حبش اور دیگر اقوام کے تمدنی عناصر کو دیکھا، پرکھا، اور ان میں سے جو اصول اسلامی اقدار سے متصادم نہ تھے، انہیں ریاستی یا انفرادی سطح پر اختیار فرمایا۔ مثلاً جنگی صف بندی میں فارسی طریق، مہر بندی میں رومی انداز، سفارتی خطوط میں بازنطینی اسلوب، خراج کا نظام، اور معاشی تحریری معاہدات جیسے کئی امور اس فکری توسع کا مظہر ہیں۔ ان تمام معاملات میں آپ ﷺ نے اسلامی روح کو غالب رکھا اور امت کو فکری خود مختاری کا درس دیا۔ خلفائے راشدین نے اس طرزِ عمل کو مزید وسعت دی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب اسلامی ریاست کا دائرہ وسیع ہوا تو انتظامی، عدالتی اور معاشی نظام میں دیوان، خراج، جزیہ، اور سکوں کے استعمال جیسے بہت سے ادارے سابقہ سلطنتوں سے اخذ کیے گئے، مگر ان پر اسلام کی اخلاقی چھاپ ثبت کی گئی۔ ساسانی و بازنطینی نظم و نسق کو اسلامی قالب میں ڈھال کر نہ صرف ریاستی استحکام حاصل کیا گیا بلکہ اقلیتوں کو تحفظ، مالی شفافیت، اور سماجی عدل بھی مہیا کیا گیا۔

---

51 Aṭ-Ṭabarī, *Tārīkh ar-Rusul wa al-Mulūk,* 4:44.

یہ مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی تہذیب اپنے آغاز سے ہی ایک تخلیقی، فعال اور جذب و انضباط پر یقین رکھنے والی تہذیب تھی، جو حق و خیر کو جہاں بھی پایا، اسے اپنانے میں تردد نہیں کرتی تھی۔ اسلامی اصولوں کی رہنمائی میں جب دوسری تہذیبوں سے اخذ و عطا کیا گیا تو اس نے اسلامی تہذیب کو صرف طاقتور ہی نہیں بلکہ جامع، رواداراور فکری طور پر خود اعتماد بنایا۔ یہی وہ فکری روش تھی جس نے بعد ازاں عباسی و اندلسی ادوار میں تہذیبی عروج کی بنیاد رکھی۔ موجودہ دور میں جب تہذیبی تصادم کی بات کی جاتی ہے تو اسلام کا یہ تاریخی تجربہ امت مسلمہ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ اگر ہم اپنی فکری خودی، اجتہادی صلاحیت اور علمی میراث کو زندہ رکھیں تو ہم آج بھی دوسری تہذیبوں سے استفادہ کر کے اپنے تمدن کو ترقی دے سکتے ہیں، بشرطیکہ ہمارا تعلق قرآن، سنت، اور عدل و حکمت کے اصولوں سے مستحکم ہو۔

نتائج

1. اسلامی تہذیب کی فکری بنیاد میں وسعت اور لچک پائی جاتی ہے جو غیر اسلامی تہذیبوں کے مفید عناصر کو اسلامی اصولوں کے دائرے میں قبول کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
2. عہدِ رسالت و خلافتِ راشدہ میں دوسری تہذیبوں سے شعوری، اصولی اور منتخب استفادہ کی واضح مثالیں موجود ہیں، جن میں سفارتی، عدالتی، مالیاتی، عسکری، تعلیمی، اور تمدنی معاملات شامل ہیں۔
3. نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے تہذیبی استفادہ کو حکمت و بصیرت کے ساتھ نافذ کیا، اور ایسی کوئی چیز قبول نہیں کی جو اسلامی شریعت سے متصادم ہو۔
4. تہذیبی استفادہ صرف اقتباس نہیں بلکہ ارتقاء تھا، اسلامی تہذیب نے اخذ کردہ عناصر کو محض قبول نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے دینی، اخلاقی اور فکری اصولوں کے مطابق ڈھالا اور نکھارا۔
5. علم، تصوف، فلسفہ، تعمیرات، طب، قانون اور معاشرتی تنظیم جیسے شعبوں میں دوسری تہذیبوں کے اثرات کو اسلامی دائرے میں اپنایا گیا، جو اسلامی تہذیب کے وسعت نظر اور قوتِ جذب کا مظہر ہے۔
6. اسلامی قانون و عدل، نظامِ حکومت اور نظم و نسق میں بعض خارجی اصولوں کو اسلامی فریم ورک کے مطابق اختیار کیا گیا، جیسا کہ دیوان، خراج، جزیہ، ڈاک کا نظام، اور والی کا تصور۔
7. تاریخی حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تہذیبی استفادہ اسلام کی روحانی یا فکری کمزوری نہیں بلکہ حکمت، توازن اور بصیرت پر مبنی طاقت تھی۔

سفارشات

1. "تہذیبی استفادہ" پر مشتمل ایک جامع تعلیمی نصاب (کورس) متعارف کرایا جائے جو مدارس، جامعات اور فکری اداروں میں تدریسی سطح پر پڑھایا جائے تاکہ نوجوان نسل اس علمی ورثے سے روشناس ہو سکے۔
2. اسلامی تاریخ کے تناظر میں "اخذ و عطا" کی روایت کو مثبت انداز میں اجاگر کیا جائے تاکہ امت مسلمہ مغرب یا دیگر اقوام سے مفید امور لینے میں کسی احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔
3. بین المذاہب و بین الثقافتی مکالمہ کے فروغ کے لیے علمی، تحقیقی اور فکری فورمز قائم کیے جائیں جہاں مختلف تہذیبوں کے ماہرین باہم تبادلہ خیال کریں۔

4. حکومتی اور علمی اداروں میں ایسے ماہرین کو شامل کیا جائے جو دوسری تہذیبوں کی زبان، تاریخ اور تمدنی روایت سے واقف ہوں، اور اخذ و تطبیق کی اہلیت رکھتے ہوں، اس کے لیے علمی قابلیت کو معیار بنایا جائے نہ کہ مذہب یا نسب۔
5. کوٹہ سسٹم اور غیر علمی بنیادوں پر تعیناتیوں کا خاتمہ کیا جائے، تاکہ اہل، باشعور، اور بین الثقافتی ماہرین ہی تہذیبی مکالمے میں رہنمائی کریں۔
6. ماضی کی طرح "حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے جدید دنیا کے تجربات، ایجادات اور ادارہ جاتی نظام کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں اپنایا جائے تاکہ امت ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔
7. مقالے جیسے علمی مطالعے کو معاشرتی سطح پر پھیلانے کے لیے سیمینارز، ورکشاپس اور مطالعہ حلقے قائم کیے جائیں تاکہ فکری بیداری پیدا ہو اور نوجوان طبقہ انتہاپسندی یا احساسِ کمتری سے نکل کر تعمیری سوچ کی طرف مائل ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography / کتابیات

* Nadwī, Abū al-Ḥasan ʻAlī. *Muslim Mamālik mein Islāmiyat aur Maghribiyyat kī Kashmakash*. Karachi: Majlis Nashriyāt-e-Islām, 1401 AH/1980.
* Naṣr, Ḥusayn. *Islām mein Science aur Tahdhīb (Taʻāruf)*. Translated by ʻAlī Asad. Karachi: Hamdard Foundation, 1409 AH/1988.
* Numānī, Shiblī. *Al-Fārūq*. Lahore: Maktaba Raḥmāniyya, n.d.
* Lapidus, Ira M. *A History of Islamic Societies*. 2nd ed. Cambridge: Cambridge University Press, 1423 AH/2002.
* Ḥasan, Ḥasan Ibrāhīm. *Muslimōn kā Nizam-e-Mumlikat*. Translated by Mawlānā ʻAbd Allāh Ṣiddīqī. Karachi: Dār al-Ishāʻat, n.d.
* Ibn Hishām, ʻAbd al-Malik ibn Hishām ibn Ayyūb al-Ḥimyarī al-Maʻāfirī. *As-Sīra an-Nabawiyya*. Vol. 2. Beirut: Dār Iḥyā' at-Turāth al-ʻArabī, 1416 AH/1995.
* Adh-Dhahabī, Muḥammad ibn Aḥmad ibn ʻUthmān. *Tārīkh al-Islām*. Vol. 3. Beirut: Dār al-Kitāb al-ʻArabī, 1413 AH/1992.
* As-Suhaylī, ʻAbd ar-Raḥmān ibn ʻAbd Allāh. *Ar-Rawḍ al-Unuf*. Vol. 6. Beirut: Dār Iḥyā' at-Turāth al-ʻArabī, 1421 AH/2000.
* Al-Maqrīzī, Taqī ad-Dīn Aḥmad ibn ʻAbd al-Qādir. *Shudhūr al-ʻUqūd fī Dhikr an-Nuqūd*. Najaf: Manshūrāt al-Maktaba al-Ḥaydariyya wa Maṭbaʻatihā, 1387 AH/1967.
* Sirāj Munīr. *Millat-e-Islāmiyya: Tahdhīb wa Taqdir*. Lahore: Maktaba Rawāyat, 1418 AH/1997.
* Ḥamīdullāh, Muḥammad. *Khuṭbāt-e-Bahāwalpur*. Bahawalpur: Islamia University, 1391 AH/1970.
* Ibn Khaldūn, ʻAbd ar-Raḥmān ibn Muḥammad. *Al-Muqaddima*. Vol. 1. Beirut: Dār al-Fikr, 1408 AH/1987.
* Hallaq, Wael B. *The Origins and Evolution of Islamic Law*. Cambridge: Cambridge University Press, 1426 AH/2005.
* Shāh Walī Allāh. *Ḥujjat Allāh al-Bāligha*. Lahore: Al-Maktaba as-Salafiyya, n.d.
* Badakhshānī, Maqbūl Baig. *Tārīkh-e-Īrān*. Vol. 1. 2nd ed. N.p.: n.p., 1431 AH/2010.
* Al-Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā ibn Jābir ibn Dāwūd. *Futūḥ al-Buldān*. Beirut: Dār wa Maktabat al-Hilāl, 1409 AH/1988.

* Ibn Rajab al-Ḥanbalī, ‘Abd ar-Raḥmān ibn Aḥmad. *Fatḥ al-Bārī*. Vol. 3. Medina: Maktabat al-Ghurabā’ al-Athariyya, 1417 AH/1996.
* Gīlānī, Manāẓir Aḥsan. *Islāmī Mu‘āshiyāt*. Karachi: Dār al-Ishā‘at, Urdu Bazar, n.d.
* Daryaee, Touraj. *Sasanian Persia: The Rise and Fall of an Empire*. London: I.B. Tauris, 1430 AH/2009.
* Herrin, Judith. *Women in Purple: Rulers of Medieval Byzantium*. Princeton: Princeton University Press, 1422 AH/2001.
* Na‘īmī, Aḥmad Yār Khān. *Mir’āt al-Manājīḥ*. Lahore: Qādirī Publishers, 1430 AH/2009.